بیاد مولوی باغ دین مرحوم

ماهنامه

ارژنگ

پشاور

مدیر

تاج سعید

ہدیہ و تحفہ
بخدمت گرامی جناب
مولانا سید محمد امیر شاہ قادری
یکہ توت
پشاور
منجانب
میاں سعید الرحمن
پشاور
۲۹ نومبر سنہ ۱۹۹۷ء

بیاد مولوی باغ دین مرحوم ومغفور

ماہنامہ

ارژنگ

پشاور

اکتوبر، نومبر ۱۹۹۷ء

جلد ۴ ———— شمارہ ۱۰، ۱۱

مدیر

تاج سعید

مکتبہ ارژنگ، سکندر ٹاؤن پشاور

ترتیب

اداریہ

ارژنگ کے اس شمارہ کو ہم پشاور کے اس خطہ کی ایک بزرگ ہستی مولوی باغ دین مرحوم کے نام نامی سے منسوب کرنے کا مشرف حاصل کر رہے ہیں۔

مرحوم مولوی صاحب نے اپنے علم و فضل سے نہ صرف پشاور بلکہ اہل پشاور کو فیضیاب کرنے کے لئے اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ صرف کیا ہے۔ اس گلدستہ میں ان کی سیرت اور ان کی سوانح کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ بلکہ ان کی عالمانہ حیثیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کام ابھی مکمل نہیں ہے۔ ہم مولوی مرحوم کے متعلق ایک مفصل کتاب شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جسے شمیم بھیردی مرتب کر رہے ہیں۔ توقع ہے کہ مولوی صاحب مغفور کے احباب اور عقیدت مند ان سے متعلق اپنے رشحاتِ قلم ہمیں مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

اس مختصر رسالے کی ترتیب میں جناب شمیم بھیردی صاحب نے ہماری معاونت فرمائی ہے۔ اور ہم ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں

•••



بزرگوں کی باتیں تو آج کی پُر آشوب دنیا
میں سننے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ مگر
وجہ سکون یہ امر ہے۔ کہ کچھ لوگ ہیں جن
کی وجہ سے یہ قصۂ کہن آج بھی دہرانے
کو جی چاہتا ہے





الفاتحہ

مولوی باغ دینؒ آں عاشق ام الکتاب
دستگیر بے کساں خدمت گذار فی الرقاب

اہل دل، اہل صفا واہل حال واہل قال

آں فروغ جلوۂ حق آب مہر و ماہتاب

نیک گو و نیک خو ہم نیک بین و نیک جو
بر روانش باد لطف و رحمتِ حق بے حساب



عبداللطیف شمیم بھیروی

آپ کی ضروریاتِ زندگی

کا

مرکز

میاں شریف حسین و پسران

تاجرانِ عمومی

و

درآمد کنندگان

قصہ خوانی پشاور شہر

میاں سعید الرحمٰن

محب صداقت آئین

حاجی مولوی باغ دین مرحوم قادری

ولادت ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء ⁘ وفات ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء

مولوی باغ دین مرحوم بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) میں ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ سال کی عمر ہی علوم اسلامی اور علوم مروجہ میں کامل دستگاہ حاصل کرنے کے بعد خدمت قوم کے جذبۂ صادق کے تحت وطن مالوف کو خیرباد کہا۔ اور ۱۳۰۱ھ میں پشاور آکر آباد ہو گئے۔ ابتدا میں مختلف مدارس میں تعلیم و تدریس کے فیوض سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ چند سال کے بعد ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں حکومت وقت نے آپ کی بحیثیت معلم خدمات حاصل کر لیں۔ اور گورنمنٹ ہائی سکول میں عربی اور انگریزی کے استاد مقرر کئے گئے۔

مرحوم نے کئی برس معلمی کے یہ فرائض سرانجام دیئے۔ اور متعدد نامور اہل علم و مراتب کو آپ کے تلمذ کا فخر حاصل ہے۔

مولوی صاحب مغفور انتہائی پابند شریعت، عابد و زاہد، بے ریا و نمود اور خاموش طبع انسان تھے۔ وہ محض اپنے فرض و مقصد سے کام رکھتے تھے۔ اور اخلاق حسنہ سے بہرہ مند تھے۔ حد درجہ مرنج و مرنجاں اور بامروت و اخلاق بزرگ تھے۔

آپ کی زندگی کا خصوصی مقصد یہ تھا۔ کہ سابق سرحد کے لوگوں میں اسلام کی تعلیم سے مخلصانہ دلبستگی پیدا کی جائے۔ اور ان کا دینی شعور بیدار ہو۔ حصول مقصد کے لئے سب سے پہلے قرآن عظیم کی تفہیم و ادراک کا ذوق و شوق بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ علاقے کی مادری زبان کو افہام و تفہیم

کا حقیقی ذریعہ سمجھتے ہوئے پشتو زبان میں قرآن پاک کی تفسیر بغیر منفعت شائع فرمائیں، کئی ایک نئی مسجدیں تعمیر کیں۔ غیر آباد مساجد کے لئے امام مقرر کئے اور انہیں اپنے پاس سے تنخواہیں دیں۔ بے شمار مساجد کی مرمت اور صفائی کا انتظام کیا۔

اسلام اور اشاعت اسلام کے اس علمی مرحلے کو طے کرنے کی جدوجہد کے علاوہ قبائلی علاقوں کی اس تحریک جہاد میں بھی مجاہدین کی معاونت کرتے رہے۔ یہ تحریک جہاد انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے سرحد قبائل میں جاری تھی۔ اور انگریز اسے "ملاؤں کی تحریک" کا نام دیتے تھے۔ مولوی صاحب مرحوم ان رقوم کو مجاہدین کے پاس پہنچایا کرتے تھے۔ جو برصغیر کے مختلف علاقوں سے اہل درد مسلمان مجاہدین کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ آپ پوری مستعدی اور والہانہ جذبہ کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اور ان کے دینی احساسات کی اس سے تسکین ہوتی تھی۔ مولوی صاحب مغفور نہ صرف ایک معلم و مبلغ تھے۔ بلکہ اہل دل بھی تھے۔ آپ سلسلۂ قادریہ میں قطب زماں، حامل شریعت، مرشد طریقت، غواص بحر حقیقت، معلم معرفت جناب غوث آدان شریف قبلہ حضرت قاضی سلطان محمود اعلی اللہ مقامہ، و ادام اللہ فیوضہ سے بیعت تھے۔ اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے آپ کو کشف قبور حاصل تھا۔ آپ حضرت رح کے خاص سنگیوں (ساتھیوں) میں سے تھے۔ اور مرشد رح نے بیعت لینے کی اجازت بھی مرحمت فرما رکھی تھی۔

۱۹۲۵ء میں گردے کا درد اٹھا۔ اور اپریشن ہوا۔ لیکن یہ علالت جان لیوا ثابت ہوئی یکم شوال ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۲۵ء ۶۱ برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے

سید ضیا جعفری

نصف صدی پہلے

نصف صدی پہلے غالباً ۱۹۱۶ء میں جب میں گورنمنٹ ہائی سکول پشاور میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ چھوٹے قد کے ایک جرمن ماہر تعلیم ہیڈ ماسٹر تھے۔ یہ سکول اس وقت کچہری دروازے کے متصل پرانی میونسپل کمیٹی میں تھا۔ اسکول میں زیادہ تر سابق پنجاب کے اساتذہ تعلیم دیتے تھے۔ یہ تمام حضرات وضع و خصائل اور عادات و شمائل میں شریعت غرا کے نمونہ تھے۔ یہ قدسیوں کی ایک جماعت تھی۔ آج ہم جن کی گرد کو بھی پا نہیں سکتے۔ ان ارباب تقدس میں مولینا باغ دین قادری رح، مولانا برکت علی چشتی قادری، خواجہ محمد رمضان، ماسٹر محمد عثمان ڈرل ماسٹر، اور سید ولایت شاہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چھٹی جماعت کو مولانا باغ دین صاحب انگریزی پڑھاتے تھے۔ ان کا باشریعت لباس، لمبی سفید ڈاڑھی، سفید عمامہ آج بھی چشم تصور میں نور آفریں ہیں۔ طلبا مولٰنا رح سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔ کچھ تو ان کی ذاتی وجاہت اور بارعب شخصیت کا اثر تھا۔ اور کچھ وہ سزا بھی زیادہ دیتے تھے۔ لیکن اس شغف اور ہمدردی سے پڑھاتے تھے۔ کہ جب تک ہر بچے کو سبق یاد نہ ہو جاتا تھا۔ پیچھا نہ چھوڑتے۔ سبق پڑھنے اور مار کھانے کے علاوہ جس چیز نے ہمیں زیادہ پریشان کیا تھا۔ وہ سکول کے متصل مسجد میں نماز پڑھنا تھا۔ اس مسجد کا ایک دروازہ اسکول میں کھلتا تھا۔ نماز کے علاوہ مسجد کی صفائی بھی کرنا پڑتی۔ اور پانی بھی بھرنا پڑتا تھا۔ بچپن کا زمانہ ہمیں اتنی سمجھ کہاں کہ ہم سمجھ سکتے۔ کہ مولینا صاحب قبلہ ایک ماہر معمار کی طرح ہماری شخصیت کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ اور برطانوی دور کے سرکاری اسکول میں جس کے سربراہ ایک یورپی ہیں۔ ہمیں خالص تعلیم دی جا رہی ہے۔ ہماری معصوم

فطرت میں جمالِ حق کی تابانیاں سموئی جارہی ہیں۔ اور ہمارا خمیر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ محبت کی مطہر مٹی سے اٹھایا جارہا ہے۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم ایک عظیم مشقت میں مبتلا ہیں۔ ہمیں ری سیس کے اوقات میں بھی فارغ نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ طرفہ یہ کہ کھیل کود کے اوقات میں بھی نندر باغ کی مسجد میں عصر کی نماز پڑھنی پڑتی۔ اور مسجد کو دھونا پڑتا۔ ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول کی گراؤنڈ اور تفریح کی جگہ یہی نندر باغ تھا۔ ہاکی فٹ بال اور کرکٹ کے میچ کھیلے جاتے تھے۔ حضرت مولینا بھی وہاں ہوتے۔ جب ہم طلبا انہیں دیکھتے۔ تو گھبرا جاتے۔ بلکہ اکثر بھاگ جاتے۔ ۱۹۱۸ء میں گورنمنٹ سکول چھوڑ کر میں مشن سکول میں داخل ہوا۔ اور پھر اسلامیہ کالج میں کچھ دن رہ کر تعلیم چھوڑ دی۔ ۱۹۲۲ء میں پولیس میں ملازم ہوگیا۔ میں پولیس میں کئی دن رہا۔ اور کسی طرح ایک ایک مجذوب کی ایک نگاہ دلنشیں نے میری کایا پلٹ دی زندگی کے اس نئے موڑ پر آکر میں نے کیسے ملازمت چھوڑی۔ اور عالم جذب میں در در کی خاک چھانتا رہا۔ اور کس طرح مجھے قادریہ مذاق کے ایک شیخ کامل کی صحبت اور نسبت موثر آئی۔ یہ ایک طویل واقعہ ہے۔ لیکن ۱۹۲۳ء کے دوران جب مجھے میرے آقا و مولا نے کشف القبور کی تعلیم سے نوازا اور چند قادریہ مذاق کی قبور کی نشان دہی فرمائی۔ کہ میں وہاں حاضری دیا کروں۔ ان میں چند ایسی قبریں بھی تھیں۔ جہاں مولانا مرحوم باقاعدہ حاضری دیتے تھے ان میں حاجی عبدالغفور نقشبندی، حضرت نوگزہ پیر، شیخ ابوتراب۔ سید حسن قادری اور قلعہ بالا حصار کے متصل والا مزار شامل تھے۔ یہاں بھی حضرت مولینا کا وہی دستور تھا۔ کہ مسجد کو دھونا وضو کے لئے پانی بھرنا نالیوں کو صاف کرنا اور مزارات کو غسل دینا۔ اس کارِ خیر میں کبھی کبھی میں بھی شریک ہوتا۔ لیکن اب یہ کسی طور پر مشقت نہ تھی۔ بلکہ ایک خوشگوار فریضہ تھا۔ ایک سرمدی کیفیت سے یہ خدمت انجام دی جاتی۔ حضرت مولانا کے کرم اور سفارش سے اہلِ قبور مجھ پر اکثر عنایات فرماتے۔ خصوصاً شاہ ابوتراب تو انتہائی شفقت فرماتے۔ حضرت قبلہ مولینا کو کشفِ قبور میں کمال دسترسی عطا ہوئی تھی۔ عجیب عجیب واقعات ظہور میں آتے جنہیں بیان کرنے کی اجازت اور طاقت نہیں۔ ان ہی صحبتوں میں اور ملاقاتوں میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت قبلہ مرحوم سوات باباجی کے

سلسلے کے کامل واکمل درویش ہیں۔ اور قادری نسبت و محبتِ غوثیہ میں سرشار ہیں اور یہ کہ آوان شریف کے غوث زماں حضرت میاں قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور باجازت خلیفہ ہیں

میں ایک عرصہ تک حضرت مولانا کی صحبتوں میں رہنے کے بعد اپنے مرشد پاک کے حکم سے اپنے آبائی گاؤں میں کنارہ کش ہو کر رہنے لگا۔ وہیں مجھے حضرت مولینا باغ دین علیہ الرحمۃ کے انتقال کی خبر ملی۔ میں گاؤں سے شہر آیا۔ اور قبلہ مرحوم کے مزار پر حاضری دی۔ ان کا مزار پشاور شہر کے باہر نہر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں ایک ساتھ دو قبریں تھیں۔ میں غلط قبر پر فاتحہ خوانی کے بعد مراقب ہوا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت نمودار ہوئے اور مجھے اپنی قبر کی نشاندہی کی۔ اور وہاں بٹھایا۔ پھر جو نوازشیں مجھ پر ہوئیں۔ کیا کہنا اس کے بعد میں قبر مبارک پر اکثر جاتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت مولینا ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور خدائے عزوجل شاہد ہیں۔ کہ حضرت کی جبین مبارک پر ایک ستارہ چمک رہا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لائے۔ اب ہم ایک ساتھ چل رہے ہیں۔ راستے میں بہت سی ایسی قبریں نظر آئیں۔ جو اب بالکل زمین کے ساتھ زمین ہو گئی ہیں۔ لیکن ان میں صاحب قبر نہایت شان وشوکت سے جلوہ فرما ہیں۔ ایک مادرزاد ولی بچے کی قبر مجھے دکھائی گئی۔ آخر ہم محلہ کوٹلی سلطان کی مسجد میں آئے۔ یہاں عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اور یہاں حضرت مرحوم نے ایک آخری اور ہمیشہ یاد رہنے والا جملہ کہ "بیٹا عشق اختیار کرو بغیر عشق کچھ نہیں بنتا" کہہ کر مجھے رخصت کیا۔

سید جگر کاظمی

دین کا شیر

میں ۱۸۷۷ء میں پشاور میں پیدا ہوا۔ جب سات برس کا ہوا۔ تو والد ماجد نے بورڈ سکول کے استاد آغہ گوہر علی شاہ کے مشورے سے مجھے اس سکول میں داخل کیا۔ مولوی بانغ دین علیہ الرحمۃ ان دنوں مجھ پر خصوصی توجہ اور شفقت رکھتے تھے۔ اور میرے والد مرحوم سے اکثر کہا کرتے کہ "یہ میرا بیٹا ہے" ۸۹، ۱۸۸۸ء میں مجھے مدرسہ جٹاں (آج کل دارالمسرت) میں والد مرحوم نے داخل کیا۔ لیکن چند ماہ بعد خود بعارضہ ہیضہ انتقال فرما گئے۔ ۱۸۹۰ء میں مجھے کلکتہ جانا پڑا۔ وہاں مدرسہ عالیہ میں داخل ہوا۔ وہیں محی الدین احمد، ذکریا مسجد کے قریب ارمنی سٹریٹ کا رہنے والا ایک لڑکا میرا ہم سبق ہوگیا۔ اور بڑا ہوکر ابوالکلام آزاد کے نام سے بہت بڑا عالم دین، مفسر قرآن، سیاسی رہنما اور اردو کا نامور ادیب۔ اور اپنے دور کی عظیم شخصیت بنا۔ محی الدین احمد کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی۔ اس بنا پر نہ خود انگریزی پڑھی نہ مجھے پڑھنے دی۔ آخر بمبئی چلا گیا۔ اور میں چند دنوں بعد ۱۸۹۶ء میں پشاور آگیا۔ مولوی بانغ دین مرحوم ان ایام میں میرے متعلق اکثر میر مدثر شاہ کے والد سے پوچھتے رہتے تھے بعد ازاں میں ۱½ برس دہلی اور ۳ برس کشمیر رہا۔ کشمیر میں مولوی بانغ دین صاحب کے بہت سے عقیدت مند تھے۔ وہ انہیں کہتے۔ کہ وہ "بانغ دین" نہیں بلکہ "باگ دین" ہیں، یعنی سلوک اور معرفت کے شیر ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت قبلہ قاضی صاحب آدان شریف کو ایک نظم میں شیر سے تشبیہہ دی۔ تو مولوی صاحب بے حد خوش ہوئے۔ اور پوچھا "تم نے یہ شیر کا لفظ کیوں لکھا" میں خاموش ہو رہا۔

۱۹۱۰ء کا زمانہ نہایت پرآشوب دور تھا۔ برصغیر کے نوجوان انگریزوں سے بددل،

کابل میں مصیبت، اٹلی کی ستمرانیاں، ملا ہڈا صاحب کا غزا، مجاہدوں کا جوش و خروش انہی ایام میں میرا بھائی قید ہوگیا، مجھ پر سخت تنگی کا عالم، حیران و پریشان تھا۔ کہ مولوی باغدین تشریف لائے۔ پاؤں میں پھٹا ہوا جوتا پہنے۔ میرا ہاتھ پکڑا کابلی دروازے کے باہر ایک مزار پر تشریف لے گئے۔ دوزانو بیٹھ کر سر جھکا کر دعا میں مصروف ہوگئے۔ اور پھر فرمایا۔

"حضور یہ خادم ہے۔ سیّد ہے۔ ضائع نہ ہو اسے سنبھال لیجئے" اس کے فوراً ہی بعد میں خیبر میں ملازم ہوگیا تھا۔

ایک مرتبہ اسی مزار کے قریب ہی جب میں مولوی صاحب کے ہمراہ تھا۔ کہ ایک قبائلی شخص ملا۔ اور مولوی صاحب کو ایک رقعہ دیا۔ مولوی صاحب نے رقعہ کو آنکھوں سے لگایا۔ اور سو سو روپے کے کچھ نوٹ نکال کر اس شخص کو دے دیئے۔ اور فرمایا۔

"اس وقت یہی حاضر ہیں"

اللہ اللہ:۔ خود پاؤں میں پھٹا جوتا پہن رکھا ہے۔ لیکن راہ خدا میں مال نثاری کا یہ عالم — یہ لوگ دنیا کو اسی طرح لاتیں مارتے ہیں۔

بچپن کا ایک اور واقعہ یاد آگیا ہے۔ کوہاٹی دروازے کے سامنے مشن سکول کی دیوار کے پاس ایک "صوفی" بیٹھا ہوا کرتا تھا۔ ان کے پاس مولوی غلام حسن صاحب رجسٹرار، مولوی باغ دین صاحب اور مولوی کرم دین صاحب اکثر بیٹھا ہوا کرتے تھے۔ ایک بار جو میں ان کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ مجھے صوفی صاحب نے پکارا "میاں لڑکے۔ فارسی کی کوئی نعت یاد ہے" میں نے "جی ہاں" کہا اور مولینا جامیؒ کی یہ نعت ترنم سے سنائی۔

عارضی ایں یا قمر یا لالہ صحرا است ایں

دیکھا، تو سب رو رہے تھے۔ صوفی صاحب نے مجھے ۸ آنے دیئے۔ یہی ان کا سرمایہ تھا۔ میں نے سلام کیا اور چل دیا۔

ایک واقعہ اور سن لیں۔ ہجرت کے دور سے قبل میرے بھائی کا قتل ہوگیا تھا۔ میں سخت بیمار، مقدمہ سر پہ، نوبت فاقوں تک آپہنچی۔ مولوی صاحب کو علم ہوا۔ تو فوراً ڈیڑھ من آٹا اور ۲۰ روپے نقد شام کو گھر بھیج دیئے۔ ایک دن مولوی صاحب سے عرض

کیا ،،حضور مجھے کوئی وظیفہ پڑھنے کو بتائیے ۔آپ نے وظیفہ بتایا، اور فرمایا،، پڑھتے وقت کسی خوبصورت چیز کو تصور میں رکھنا"۔ میں نے وظیفہ کے دوران ایک خوبصورت شادی شدہ عورت کو تصور میں رکھا۔ پھر کیا تھا۔ وہ میرے گھر آگئی۔ میری بیوی نے اس کی بے حد خاطر و مدارات کی۔ پھر مجھے بلوایا۔ اور کہا یہ عورت آپ سے ملنے آئی ہے۔ عورت نے مجھے سلام کیا۔ میں نے آنکھیں جھکالیں اور متعجب ہوا۔ میں کہاں اور یہ کہاں۔ آخر مولوی صاحب کے پاس گیا، اور اس کی شکایت کی کہ میں تو رسوا ہو گیا۔ تو انہوں نے ہنستے ہوئے" اچھا۔ خیر" کہہ کر ٹال دیا۔ تب علم ہوا۔ کہ خوبصورت چیز کا تصور شیخ کا تصور ہوتا ہے۔ بہر حال اس کے بعد میں نے اس آفتِ روزگار کو پھر نہ دیکھا

ایک روز میاں شریف حسین (مولوی صاحب کے فرزند) کے مال کی بلٹیاں آئیں۔ میاں صاحب کے پاس رقم نہ تھی۔ کہ مال چھڑا سکیں۔ انہوں نے مولوی صاحب سے ذکر کیا۔ میں وہاں موجود تھا مولوی صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ دعا کروں کہ شریف کی حاجت پوری ہو جائے۔ میں نے کہا "حضور۔ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کب روا ہے"۔ آپ بگڑ گئے اور فرمایا۔ "ہم حکم دیتے ہیں"۔ یہ کہتے ہی حالت متغیر ہو گئی۔ داڑھی کے بال شیخ ہو گئے۔ اور چہرہ سرخ۔ میں سر جھکائے خاموش تھا۔ لیکن رات کو اٹھ وضو کیا۔ اور دعا کی ۔ مولوی صاحب کا تصور بند تھا۔ آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کوئی کہہ رہا تھا حضور سرورِ کائنات ؐ میں منظوری ہو گئی۔ صبح جب مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے عرض کیا کہ "قبلہ شریف کا کام ہو گیا" آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا۔ اچھا ہو گیا۔ اتنے میں میاں صاحب تشریف لے آئے۔ اور بتایا۔ کہ فلانے مکان والے نے تین ہزار روپیہ لا کر دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اسے اپنے تصرف میں لائیے۔ کیونکہ امسال میرا ارادہ حج پر جانے کا نہیں۔

میں نے حضور سے پوچھا۔ کہ حضرت آپ نے مجھ پر دعا کا زور کیوں دیا تھا۔ فرمایا۔ کہ" شاہ صاحب۔ ہم تو مسلم ہیں۔ آپ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ آپکو شفیع لایا ہوں"۔ آپکے آخری ایام تھے۔ میاں شریف حسین کو حکم دیا۔ کہ ہسپتال سے مجھے فوراً گھر لے جائیں۔ جب گھر آئے تو فرمایا۔ "جگہ کرو۔ ہم یہاں سے اپنے گھر چلتے ہیں"۔ اس وقت صرف یہ فقیر اور میاں صاحب پاس تھے۔ مجھ سے فرمایا۔ "آگے آئیے"۔ پھر مجھکو سینے پر لٹا کر تلقین کی۔ اور بیعت کیا اور کہا۔ "خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر پانا"۔ اتنے میں دم دے دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط

میاں امجد حسین

عاشقِ سُنّت

والد بزرگوارم میاں حسین بخش صاحب سیشن جج ۱۹۰۲ء کے قریب پشاور سے مردان تبدیل ہوئے۔ تو میں غالباً پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس وقت وہ مجھے مولوی باغ دین مرحوم کے سپرد کر گئے۔ مولوی صاحب یکہ توت کے مکان میں رہتے تھے۔ اور گورنمنٹ سکول میں ملازم تھے۔ ان کے ہاں رہائش کے دوران میں نے دیکھا۔ کہ وہ تہجد کے وقت گھر سے نکل جاتے تھے۔ اور اشراق کے وقت واپس آتے۔ یہ طرزِ عمل جب تک میں ان کے پاس رہا۔ باقاعدگی کے ساتھ رہا سردی ہو یا گرمی آندھی ہو یا بادش، کوئی چیز بھی آپ کو اس عمل سے نہ روک سکتی تھی۔ جب کبھی بھی دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس عرصے میں شہر کے باہر مختلف بزرگوں کے مزاروں پر جاتے اور باہر ہی صبح کی نماز ادا کرتے ہیں۔ آپ کا تعلق قادریہ سلسلے سے تھا۔ اور بزرگوں کے مزارات پر جا کر ان سے فیض حاصل کرنا اس سلسلے کا خاص طریقہ ہے۔ یہی عمل میں نے بعد میں بھی جب کبھی ان کے ہاں گیا۔ مدتوں تک دیکھتا رہا۔ آپ شرع کے سختی سے پابند تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پیشاب کی تکلیف کے علاج کے لئے لاہور آئے اور میرے پاس پولیس لائن میں قیام فرمایا یہ ان کی ذرہ نوازی تھی۔ کہ جب بھی لاہور تشریف لاتے۔ اور میں لاہور میں ہوتا۔ تو ہمیشہ مجھے اپنے قیام سے سرفراز فرماتے۔ میرے پیر بزرگ جو نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ تھے۔ صبح کی نماز سے پہلے مجھے اپنی توجہ سے سرفراز فرماتے۔ اور صبح کی نماز ہم دونوں ایک کمرے میں پڑھتے تھے یہ کمرہ چھوٹا سا تھا۔ اور اس رخ پر تھا۔ کہ امام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکتی تھی۔ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو یک لخت کمرے کے کھلنے کی آواز آئی۔ اور مولانا صاحب آکر میرے ساتھ کھڑے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے تکبیر سنی اور سہارا لیتے ہوئے جماعت میں

شامل ہو گئے۔ حالانکہ ان کو چلنے پھرنے سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ مگر باوجود معذور ہونے کے جماعت نہ چھوڑی۔ یہ تھا ان کا طرز عمل جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اہمیت پر عمل کا۔

قادریہ خاندان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس سلسلے میں بزرگان کو کشف قبور خاص طور پر نصیب ہوتا ہے۔ اور اس امتیاز کو وہی جان سکتا ہے۔ جس نے اس میدان میں قدم رکھا ہو۔ اس امتیاز کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔ جس سے بزرگوارم کی روحانیت کا اندازہ لگ سکتا ہے

غالباً ۱۹۱۹ء ذکر ہے کہ ہم پشاور آئے اور آپ کے ہاں قیام کیا۔ بیوی بچہ بھی ہمراہ تھے وہاں بزرگوارم بھی شام کے وقت تشریف لائے۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ اگلے روز غالباً چمکنی کے بزرگوں کا عرس ہے۔ کیا ہم بھی جانا چاہتے ہیں؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا آپ نے بھی ہمارے ساتھ رات کا کھانا کھایا۔ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ کہ کسی خاص غرض کے لئے جانا ہے، اُن کے فرزند میاں شریف حسین مرحوم و مغفور نے بغیر سوچے سمجھے فرما دیا کہ دو لڑکیاں ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوتی۔ اور کس واسطے جانا ہے؟" میری بیوی نے اس بات کو بُرا محسوس کیا۔ اور فوراً کہہ دیا۔ کہ وہ عرس پر نہیں جائیں گی۔" شریف حسین صاحبؒ کی اس بات کو آپ نے بھی محسوس کیا۔ اور فرمایا کہ اچھا آپ نہ جائیں وہ خود دعا کرینگے وہ اپنے گھر چلے گئے۔ اور ہم اپنی جگہ رہے۔ ان کی عدم موجودگی میں خیال ہوا۔ کہ بزرگ ہیں ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ چلو ہم بھی صبح ہو آئیں چنانچہ جب صبح ہم تانگے پر چمکنی پہنچے۔ تو آگے سے آپ واپس آتے ہوئے ملے۔ مجھے ایک طرف لے گئے۔ اور چپکے سے فرمانے لگے۔ آپ نے استصواب فرمایا تھا۔ تو جواب ملا کہ تمہارے ہاں لڑکا ہوگا۔ مگر اس کا نام آپ سے پوچھ کر رکھوں۔ چنانچہ جون ۱۹۲۱ء کو ان کے ارشاد کا نتیجہ تولید فرزند میں ظاہر ہوا۔ ایک واقعہ ان کی زبانی تحریر کرتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ لاہور علاج کے لئے تشریف لائے۔ اور حسب معمول مجھے اپنی رہائش سے نوازا۔ دوران گفتگو میں نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ داتا گنج بخش رحؒ کا مزار جہاں ہے۔ وہ وہاں دفن نہیں۔ مگر مجاوروں نے ایسا ہی بنا لیا ہوا ہے۔ آپ نے بڑے زور سے اس کی تردید کی۔ میں نے گستاخی سے پوچھا کہ آپکے پاس اسکا کیا ثبوت ہے۔ مشہور ہے کہ کر جہائے تو مارا کرد گستاخ،

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ بزرگوں کے مزاروں پر حاضری کے لئے پانی پت پہنچے وہاں قلندر صاحبؒ کے مزار پر تشریف فرما تھے۔ کہ ایک نوجوان لڑکا آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ان کے ہاں چلئے۔ آپ نے بہت عذر معذرت کی۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اور کہا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو اپنے وہاں رکھیں۔ چنانچہ مجبوراً ان کے ہاں قیام فرمایا۔ دن کو ترک پانی پتی صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا۔ دل میں خیال آیا کہ رات وہیں رہیں مگر بحیثیت ایک مہمان کے میزبان کو بھی اطلاع دینی ضروری تھی۔ جب اس سے ذکر کیا تو انہوں نے بہت ڈرایا کہ ان کو رات نہ جانے دینگے۔ رات کو اس مزار پر شیر آتا ہے اور جو رات وہاں رہا ہے زندہ نہیں لوٹا۔ اور اس طرح کے اور واقعات بیان کر کے مات روکا۔ دوسرے دن پھر وہی اصرار اور وہی انکار۔ آخر اگلے روز آپ پیران کلیر روانہ ہوئے جب صابرؒ صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا تو صابرؒ صاحب سامنے آگئے ساتھ ہی ترکؒ صاحب جو صابرؒ صاحب کو منع کرتے تھے کہ بزرگوارم صاحب سے بات نہ کی جائے کیونکہ انہوں نے رات ان کے پاس رہنے کو کہا تھا اور یہ نہیں رہے چنانچہ وہ مراقبہ عذر معذرت میں گذر گیا جس کا اثر بزرگوارم پر بہت شاق گذرا۔ اگلے روز جب مراقبہ کیا تو وہی واقعہ پھر پیش آیا۔ اور وہی ندامت۔ تیسرے روز جب پھر مراقبہ کیا تو اس وقت صابر صاحب اکیلے تھے۔ معذرت کرنے پر فرمایا کہ ترک صاحب کو سمجھا دیا ہے اب وہ ناراض نہیں وہاں سے لاہور پہنچے گاڑی لیٹ تھی میرے ہاں تشریف نہ لائے رات زیادہ گذر گئی تھی۔ اور سیدھے شاہ محمد غوث صاحب کے مزار پر چلے گئے اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ خیال پیدا ہوا کہ طواف کیا جائے داہنی طرف سے اٹھ کر سرہانے ہوتے ہوئے جب بائیں طرف پہنچے تو ایک مجذوب عورت آکر لپٹ گئی اور کہنے لگی آگے مت جاؤ شاہ صاحب ناراض ہوتے ہیں انہیں پاؤں واپس اپنی جگہ آگئے اور مراقبہ میں آپ اور مجذوب عورت بیٹھ گئے (جب یہ فرمایا تو یہ عاجز بھی بول اُٹھا کہ میں جو کہتا ہوں کہ قبروں کا طواف جائز نہیں آپ کو منع کیا) جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ آپ کا ارادہ صبح کی نماز داتا گنج بخش پڑھنے کا ہے وہ بولی آپ کے لئے یہی حکم ہے اور اپنے الٹے پاؤں دکھائے جو ننگے چلنے سے زخمی ہو گئے تھے۔ اور کہنے لگی (میں بھول گئی نام) میں فلاں جنگل میں تھی کہ مجھے حکم ہوا آپ کو طواف کرنے سے روکوں سو میں یہیں ٹھیرتی ہوں آپ کے لئے یہی حکم ہے کہ آپ نماز داتا صاحب میں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر داتا صاحب میں انکا اپنا مزار نہ ہوتا تو آپ کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم نہ ہوتا۔

شیخ صابر

روشنی کا مینار — مردِ مومن

قرآن شریف سرتاپا نور ہے جس کا مکمل انعکاس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ا طہر میں ہوا۔ ہمارے لئے فرض ہے کہ ہم مسلمان اسی حیات پاک کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

ایک مسلمان کی بندگی اور خدا رسیدگی کا انحصار رسول اکرمؐ کی پیروی میں ہے جتنی اس مقدس زندگی کی جھلک کسی مسلمان کی زندگی میں ہوگی اتنا ہی اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔ انبیاءؑ کا ورثہ کوئی مادی چیز نہیں ہوا کرتا بلکہ ان مقدس نفوس کا کردار بلند ہی ورثہ ہوتا ہے۔ ان سے محبت کا انحصار ان کے مشن سے محبت پر ہوتا ہے جتنا کسی نے ان کے مشن سے محبت کی اتنا ہی وہ زیادہ ان کے قریب ہوتا ہے ہمارے نقطہ نگاہ سے یہ مرکزی نکتہ فراموش ہوجانے سے ہماری ملی وحدت برقرار نہیں رہ سکتی ہم نے بہرحال اور بہرصورت ہدایت رسول اکرمؐ سے لینی ہے۔

مئی ۱۹۱۵ء کو ورنیکولر مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد انگریزی تعلیم کے لئے گورنمنٹ ہائی سکول پشاور میں داخل ہوا جہاں پر جناب حاجی صاحب تے ہیں انگریزی کی تعلیم دی مسلمانوں کی سوسائٹی ایک گھری ہوئی سوسائٹی تھی۔ جس کا ثبوت خداوند قدوس کے تمام انعامات کا ان سے چھن جانے کی صورت میں نمایاں تھا۔

حضرت حاجی صاحب کی ذات اقدس اس گہرے ماحول میں ہم سب کے لئے روشنی کا مینار تھی احساس فرائض منصبی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے ان دو سال کے عرصے میں کبھی بھی ہمیں فارغ اور بیکار ہونے نہیں دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم تمام کے تمام لڑکے پاس ہوئے ٹھیک بات تو یہ ہے کہ انہوں نے زبردستی سے ہمیں پڑھایا اور ہماری اخلاقی تربیت میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

سردیوں میں جب سکول چار بجے بند ہوتا تھا تو جناب حاجی صاحب ہم سب لڑکوں کو گنج باغ کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے لے جاتے جہاں نماز پڑھنے کے علاوہ ہم سے مسجد کی صفائی اور سبیل میں پانی ڈالنے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ جناب حاجی صاحب کی تعلیم کے فراغت کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ ہم جیل سے آزاد ہوئے جناب حاجی صاحب اپنی طبیعت کے مطابق اول وقت میں باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے

افضل الاعمال کلھا الصلوٰۃ لاول وقتھا۔

جناب حاجی صاحب سے میرے والد کی دوستی کی وجہ سے میں تعلیم کے بعد بھی ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ مات کو میں ان کے مکان پر ہی تھا۔ رات کو جب دو تین بجے کا وقت ہوا تو جناب حاجی صاحب تہجد کی نماز کے لئے اٹھے اور گھنٹوں تک نماز اور درود وظائف میں مصروف رہے۔

ایک دفعہ چھٹی کے دن دس بجے مجھے ان کے پاس جانا پڑا تو جناب حاجی صاحب کو مسجد میں مصروف نماز پایا اس کے علاوہ رمضان کی آخیری عشرہ میں مہابت خان کی مسجد میں معتکف ہوجاتے مجھے وہاں پر بھی اعتکاف کی حالت میں ان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا

قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقولہ کا ذکر ہے کہ خداوند کریم نے مجھے حکم دیا کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھوں واوصانی بالصلوٰۃ مادمت حیاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ذکر ہے کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ۔

قرآن شریف میں نماز پڑھنے کے حکم کے بعد زکوٰۃ دینے پر بہت زور دیا گیا ہے بلکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ لوگوں کی بہبود کے لئے اور خرچ کی ضرورت ہو تو اللہ میاں کو قرض دیا کریں۔ واقرضوا قرضاً حسناً۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ قرآن شریف میں "قل العفو" کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے کہ اللہ والے خداوند کریم کی رضامندی کے لئے اپنے جائز خرچ کے علاوہ تمام کچھ صرف کردیا کریں اس بارے میں بھی جناب حاجی صاحب کی زندگی ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے پشاور شہر کے ارد گرد بہت سی مسجدیں ایسی تھیں جو امام نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد

تھیں۔ حاجی صاحب علیہ الرحمتہ نے ان کے لئے امام مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں خود دیتے تھے ان مساجد کی صفائی، مرمت، رسی، لوٹے اور بوکے اپنے خرچ پر فراہم کرتے۔ ان مساجد میں سے ایک نندرباغ کی مسجد بھی تھی۔ اور موضع چمکنی کی ایک مسجد بھی تھی۔

مساجد سے متعلق ان کی خدمت شہر تک محدود نہ تھی بلکہ پشاور کے قریب جوار کے دیہات کی مساجد پر بھی اسی طرح خرچ کرتے تھے۔ شہر اور مضافات کے غربا اور بیواؤں کی مالی امداد کرتے تھے۔ توسیع تعلیم کے سلسلے میں غریب طلباء کے لئے کتابوں کا انتظام کرتے اور ہفتے میں ایک اور کبھی دو بار ان میں خورد و نوش کی چیزوں کی تقسیم فرمایا کرتے اور خود ایک بہت قلیل مشاہرہ پر سکول میں تعلیم دیتے۔

موسم سرما میں سکول کے وقت کے بعد ایک دو انگریزوں کو پشتو پڑھاتے تھے جس سے کچھ آمدنی ہو جایا کرتی اسکے علاوہ قرآن شریف اور دیگر مذہبی کتابوں کا اسٹاک رکھتے جو شہر کے دکانداروں پر حسب ضرورت فروخت کرتے تھے، ان تمام باتوں کے باوصف وہ بالکل ایک متوسط الحال شخص تھے، موسم گرما میں جب اسکول میں آدھی چھٹی RECESS ہوتی تو حزب اعظم نما ماثورہ دعاؤں کتاب، پڑھا کرتے۔

ان کی زندگی بڑی مصروف تھی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے جسمیں حضور نبی اکرم سے مخاطب ہے کہ۔

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ط

"تم کو دن کے وقت بہت کام کرنا ہے"

وہ چھوٹوں پر شفقت، ہم عمر اور بزرگوں کی عزت کرتے اور آدمیت احترام آرائی کا پیکر تھے۔ وہ اپنے معاشرے میں سب سے زیادہ متقی اور دین دار تھے لیکن انکسار طبع کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر ایک کو یہ تاثیر دیتے کہ دوسرا ان سے زیادہ متقی، عالم، دیندار اور بزرگ ہے،

ایک بار ایک پیدل سفر میں ہم ان کے ہمراہ تھے۔ کچھ دور جاکر میرے گھٹنوں میں درد شروع ہوا۔ حاجی صاحب قبلہ کو علم ہوا تو میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا اور میں آسانی سے انکے ہمراہ سفر کرنے لگا۔ قبلہ مرحوم کی وفات سے ۲۰، ۲۵ دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ جان کنی کی حالت میں ہیں۔ صبح بیدار ہوا تو اپنے خواب پر حیران تھا کہ موسیٰ علیہ السلام

تو ہزاروں برس پہلے وفات پا گئے اب یہ خواب کیا معنی رکھتی ہے چند روز گذرے تھے کہ حاجی صاحب قبلہ درد گردہ میں مبتلا ہوئے اور ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ ان کے اپریشن ہوا اور اسی میں اپنی جان جان آفریں کے حوالے کردی۔

إنا لله وإنا إليه راجعون ط

حاجی صاحب بلند صوفیانہ اور عملی مزاق رکھتے تھے، انہوں نے مجھے اپنی کتاب کیمیائے سعادت پڑھنے کے لئے دی تھی (یہی شیوہ ان کے پوتے میاں سعید الرحمان کا بھی ہے وہ اپنی گرہ سے اچھی اچھی کتابیں خصوصاً علمی اور دینی خرید کر دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیا کرتے ہیں)۔ یہ کتاب امام غزالی رح کی معرکہ آلارا عربی تصنیف "احیا العلوم" کا فارسی ملخص ہے اور اسلامی تصوف پر ایک بہت ہی اعلیٰ سطح کی کتاب ہے اس میں جناب امام علیہ الرحمتہ نے فکر و اذکار علم و عمل کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں قرآن، احادیث اور حکمت سے استدلال کیا ہے۔ جو کتاب ایک شخص کے خود زیر مطالعہ ہو اور دوسرے کو بھی اسکے پڑھنے کی سفارش کرے یہی بات دوسروں کے لئے انکا علمی مذاق معلوم کرنے کے لئے ان بین ثبوت ہے۔ دعائے ماثورہ کا ایک مجموعہ حزب اعظم کے نام سے مشہور ہے ان دعاؤں کو جناب حاجی صاحب ہفتے کے سات دنوں میں ورد کیا کرتے تھے اور بعد میں یہی کتاب ورد کرنے کو مجھے دی۔ مولنا عبد الحق محقق دہلوی کی تفسیر حقانی کو مجھے پڑھنے کے لئے کہا تفسیر میں حضرت محقق رح نے قرآنی الفاظ کا علم و ادب کے لحاظ سے صحیح مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی تفسیر کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس بیان کی ضرورت میں نے اس لئے محسوس کی کہ مرور زمانہ کے ساتھ مسلمانوں کے تنزل اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گیا تھا یہاں تک کہ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ اور پہلو بھی اس تنزل کے بد اثرات سے محفوظ نہیں تھا۔ یہاں پر بھی اسلام کو رہبانیت، مجوسیت اور ہندوویت سے مطابق کرنے کی کوشش جاری تھی ۔ ۔ ۔ اور اب بھی جاری ہے اور اس تمام عمل پر روحانیت کا لیبل لگایا جاتا ہے اس تمام ماحول میں اس نیک مرد کا بلند کردار کیا تھا وہ سطور بالا سے عیاں ہے یعنی رسول

اکرمؐ کی مکمل پیروی جناب حاجی صاحبؒ کے اپنے انتہائی محدود ذرائع کے باوجود، خداوندکریم کے راستے میں خرچ اور خیرات کرنے کا بیان گذشتہ سطور میں کیا گیا ہے انہوں نے اس خرچ کے ساتھ ساتھ اپنے اکلوتے فرزند میاں شریف حسین صاحب (مرحوم) کی معیشت کا انتظام بھی بوجہ احسن کیا جب ان کو صحت کی خرابی کی وجہ سے ملازمت کرنا مشکل ہوگئی تو ان کے لئے ضروری سرمائے کے فراہم کرنے میں کامیاب ہوکر قصہ خوانی بازار میں ایک عمدہ کاروبار شروع کیا اسے چلانے کے لئے ایک دیانت دار اور کارکن معاون کی بھی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اس معاملے کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر اور توجہ نے میاں عبدالقیوم مرحوم کی صورت میں پورا کیا جناب حاجی صاحبؒ کی تسخیر کا یہ حال تھا کہ مرحوم عبدالقیوم مرتے دم تک کاروبار دکان میں معاونت پر مامور رہا۔ بحث کا یہ سخت توازن جناب حاجی صاحبؒ کے ہاتھوں کیسے پیدا ہوا؟ یہ اس طرح کہ جناب حاجی صاحبؒ کا قرآن پاک پر عمل تھا۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ "فضول اور بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"

جناب حاجی صاحبؒ کی بود و باش نہایت سادہ تھی۔ اندرونی خانہ کے استعمال کی گرگابیوں پر کئی ایک پیوند لگے ہوتے تھے وہ پورے کفایت شعار تھے اور ہر قسم کے بے جا خرچ سے انہوں نے اپنے دامن کو آلودگی سے بچائے رکھا۔ وہ اور ان کے گھر والے میلوں سفر پیدل طے کرتے تھے۔

جناب حضرت حاجی صاحبؒ بہت ہی بلند اخلاق اور کردار کے مالک تھے مخلوق خدا سے ان کو بے لوث محبت تھی۔ چھوٹوں سے وہ پدرانہ شفقت اور ہمدردی سے پیش آتے اپنے ہم عمروں اور بزرگوں سے ان کا رویہ بہت ہی مودبانہ ہوا کرتا تھا۔ وہ بہت ہی شیریں گفتار تھے اور ان کے چہرے پر ہمہ وقت خفیف سی مسکراہٹ ہوا کرتی تھی۔ آخری عمر میں ان کو درد گردہ کی شکایت زیادہ ہوگئی۔ اور مسلسل یہ تکلیف رہا کرتی تھی۔ لیکن اس سخت تکلیف میں بھی ان کی زبان

(باقی بر صفحہ ۳۵)

میاں تفضّل حسین

کشفِ قبور

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مکرم حضرت میاں باغ دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ شہر ضلع گورداسپور میں تشریف لائے۔ جو کہ اکثر بٹالہ آیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں پر ان کا مکان سکونتی تھا۔ اور سب رشتہ دار وہاں اسی شہر میں سکونت پذیر تھے۔ اور جب کبھی تشریف آوری ہوتی۔ مجھے شرف ملاقات بخشتے۔ اس دفعہ تشریف لائے تو خیال ظاہر کیا۔ کہ موضع مسانیاں سیداں میں جایا جائے۔ کیونکہ وہاں پہ ایک پرانے بزرگ بابا بدر دیوان شاہ صاحب کا مزار شریف ہے۔ جو اپنے وقت کے بڑے درجے کے بزرگ تھے۔ وہاں پر پہنچ کر انہوں نے مزار شریف پر حاضری دی۔ اور فاتحہ پڑھ کر بیٹھ گئے۔ کوئی پندرہ بیس منٹ بیٹھنے کے بعد باہر تشریف لائے۔ اور واپسی کا خیال ظاہر کیا۔ پھر میں ان کو وہاں پر ہی سید ابرار حسین شاہ صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ اور باتیں کرتے رہے۔ آخر وہاں سے بھی واپس ہوئے۔ راستہ میں بندہ نے عرض کی کہ یہ سب سید بابا دیوان صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اور نہ یہ لوگ رشتہ دار ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان کے مزار شریف کے یونہی وارث بن گئے ہیں۔ اور یہ ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ جو کہ انہوں نے کشف کے طریقے سے بزرگوں سے دریافت کیا تھا۔

سید ابرار حسین شاہ صاحب جو اپنے کو ان بزرگوں کا خلیفہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق بتایا۔ کہ بابا صاحب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ان کا کوئی خلیفہ نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ جو کہ بعد ازاں بالکل درست ثابت ہوا۔ بحالت سفر آپ کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ہمیشہ نمکِ حلال کے خواہاں ہوتے

تھے. جس کی وجہ سے وہ دوسرے کا کھانا کھانے سے پرہیز کیا کرتے تھے. اگر بحالت مجبوری کھانا پڑ جائے تو پھر گھر پر آکر الٹی آجایا کرتی تھی. اور کھایا ہوا جب نکل جاتا تھا. تو چین پڑتا ورنہ تکلیف میں رہتے وہ ہمیشہ ماہ رمضان کے آخری ایام میں مسجد اعتکاف کیا کرتے تھے. اس زمانے میں بڑے بڑے بزرگ اپنے مزارات سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ افسوس کہ ان سب کے نام یاد نہیں رہے. ان سے بھی وہ فیض حاصل کرتے تھے. پھر ایک عرصہ تک حجرہ نشین بھی رہے. وہاں پہ باجماعت نماز ادا کر کے حجرے میں گوشہ نشین ہو جاتے تھے حجرے کا دروازہ بند کر لیتے تھے. لباس بدل لیتے. سوسی کی سلوار، خاصے کی قمیص اور سر پہ اوڑھنی۔ اس وقت تمام دور دور کے بزرگوں کا مجمع ہو جایا کرتا تھا. اور تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے. آپ کشف کے بہت ماہر تھے. اور اس کی بدولت سب بزرگوں کے حالات دریافت کرتے تھے. حضرت مولٰینا خود بھی آوان شریف کے مکرم جناب قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے بیعت تھے. اور آخر ان کی ہی اجازت سے خلافت کا کام سر انجام دیتے رہے. آپ کے پیر بھائی چوہدری محمد سرور صاحب رئیس پکی ماڑی ضلع لائل پور بھی تھے اور جناب منشی چراغ علی رئیس چک ۱۲۳/ گ۔ب بھی۔ ان دونوں حضرات سے بھی آپ کے خلیفہ ہونے کی تصدیق ہوا کرتی تھی. یہ بزرگ میرے بھی مہربان تھے۔ اور مجھ سے وہ حضرت مولانا صاحب رح سے متعلق دریافت کیا کرتے تھے۔ وہ عام طور پر ہر نماز باجماعت ادا کرتے تھے. اور زیادہ تر خاموش رہا کرتے. نہایت نیک دل فارسی زبان وادب کے بے بدل عالم۔ اسکول میں ہیڈ پرشین ٹیچر بھی رہے. ملازمت کے سبب عام سکونت پشاور میں اختیار کی۔

میرے ساتھ بہت محبت تھی. شاید یتیم خیال کرتے ہوئے. ایسی شفقت اور محبت تھی کہ اپنے حقیقی بچوں سے بڑھ کر چاہتے تھے. اور دین کی باتیں کرتے تھے. کیونکہ مجھے بچپنے سے دینی علم سے بہت لگاؤ تھا. اسوجہ سے بھی شفقت کرتے. آپ امیروں کی ملاقات سے پرہیز کرتے. اور غریبوں سے خوشی کے ساتھ ملتے تھے. لباس نہایت سادہ ہوا کرتا تھا. ہماری نظر میں تو غوث وقت تھے. اور ان کا فیض عام تھا۔

• • •

لالہ عبدالرشید

سنتِ تراویح میں وجد

جناب مولٰینا مولوی باغ دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر مولٰینا قبلہ وکعبہ الحاج سید سکندر شاہ رح کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے. آغہ صاحب رح کی بھی ان کے ساتھ بڑی محبت تھی. ہمیشہ چھوٹی اور بڑی گیارہویں پر ان کو بلاتے تھے. اور مولٰینا مرحوم اس تقریب میں شرکت سے کبھی دریغ نہ کرتے. اور اگر کبھی کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے شامل نہ ہو سکتے. تو حضور آغہ صاحب الدین کے تبرکات ان کے گھر بھجواتے. اسی سے ان کی محبت کا علم ہوتا ہے۔

مولٰینا صاحب مرحوم ماہِ مبارک میں سنت تراویح حضور آغہ صاحب کی مسجد میں پڑھتے تھے. کیونکہ اس مسجد کے امام سید ولایت حسین شاہ مرحوم تھے. اور وہی رمضان میں قرآن پاک سنایا کرتے. بہت خوش الحانی اور صحت قرأت سے پڑھتے تھے. حضور آغہ صاحب کے مرید بھی تھے. مولانا مرحوم کو سنتِ تراویح میں وجد ہو جایا کرتا تھا. اکثر مقامات قرآنی پر مولٰینا صاحب کی عجیب کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔

مولٰینا مرحوم کو کشفِ قبور کا بہت ملکہ تھا. اکثر مزارات پر رہتے. اور وہاں دو دو، تین تین گھنٹے مراقبہ کرتے. مولٰینا اگر سماع سنتے. تو استاد کریم بخش سندھی اور پروفیسر میراں بخش مرحوم سے. اور کسی کو کلام سماعت پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی

• • •

ماسٹر غلام نقشبند

مبلّغ قرآن

آج سے ۶۶ سال پہلے ۱۹۱۰ء میں جب میں طالب علم تھا۔ حضرت مولوی باغ دین رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اسکول میں انگریزی زبان کے استاد تھے۔ وہ نہ صرف انگریزی کے استاد تھے۔ بلکہ نہایت خموشی سے اپنے شاگردوں کی ذہنی اور روحانی تربیت بھی کرتے تھے۔ اس وقت تو ہمیں محسوس نہ ہوتا۔ لیکن عملی زندگی میں ہمیں ان کے فیوض اور برکات کا صحیح اندازہ ہوا۔

یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب مغفور باوجود ایک بلند روحانی مقام رکھنے کے اس کا اظہار نہ کرتے تھے۔ قرآن پاک سے انکی محبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا۔ کہ وہ ہر شخص کے لئے چاہتے تھے۔ کہ وہ قرآن پڑھے۔ چنانچہ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ شیخ جنیدؒ کے مزار پر اکا دکا لوگ جاتے اور فاتحہ پڑھ کر چلے آتے۔ مولوی صاحب مغفور نے وہاں یہ سلسلہ شروع کر دیا کہ قرآن پاک کے سیپارے لیجا کر زائرین کو دیتے۔ اور انہیں تلاوت کی تلقین کرتے۔ چنانچہ مرحوم کا جاری کردہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔

وہ اپنے مسلمان شاگردوں کو اسکول کے وقت میں ظہر کی نماز اور کھیل کے وقت عصر کی نماز ضرور پڑھاتے۔ آپ نہایت دیندار اور شریعت کے حامی تھے۔ روحانی طور پر وہ قاضی صاحب مغفور اعوان شریف ضلع گجرات کے مرید اور خلیفہ تھے۔ لیکن باوجود صاحب خلافت ہونے کے انہوں نے بیعت کا سلسلہ نہ چلایا۔ اور نہ کبھی اپنے کو ظاہر کیا۔ مولوی صاحب مرحوم کی تبلیغ شریعت و طریقت کا انداز بالکل جداگانہ تھا۔ وہ اپنا اکثر وقت مزارات اور کشف قبور کے اشغال میں گذارتے۔

مرحوم کی نشست برخاست نہایت ہی محدود لوگوں کیساتھ تھی۔ لیکن وہ ہر ایک سے محبت اور شفقت ضرور رکھتے تھے یہی انکی توجہ کا اثر تھا۔ کہ انکے وبیشتر شاگرد عملی زندگی میں اچھے مراتب پر پہنچے۔ اور انکے شاگردوں کے اخلاق و کردار میں انکی اعلیٰ ترتیب کا اثر آج بھی ملتا ہے — اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت کرے۔

• ● •

محمد اسلم صابری

دلش زندہ شد بعشق

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَ الْآخِرُ ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ط

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ

اَجْمَعِیْنَ ط

میرے استاد محترم قبلہ و کعبہ حضرت مولینا باغ دین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ عارف باللہ کے مختصر حالات جو کہ ان کے زیر سایہ حصول تعلیم کے دوران مشاہدے میں آئے تحریر کر رہا ہوں۔ اور ان سے مترشح ہوگا۔ کہ آپ درویش صفت عارف کامل تھے۔ جب کبھی آپ کلاس میں اپنے پیریئڈ میں تشریف لاتے۔ طلبا کا شور و غل ختم ہو جاتا۔ اور یکدم خموشی چھا جاتی۔ یوں محسوس ہوتا۔ کہ لڑکے روحانی توجہ کے تسلط میں آگئے۔ ہماری نگاہیں ان کے چہرے پر جم جاتیں۔

میں اسوقت ساتویں میں تھا آپ ساتویں، آٹھویں اور نویں کو انگریزی پڑھاتے تھے میں نے جب بھی حضور کے چہرے پر نگاہ کی تو عرق آلود پایا۔ پیشانی اور رخساروں پر گلابی رنگ کی روشنی کی کرنیں بکھرتی ہوئی نظر آئیں۔ اور قلب جاری۔

یہ حقیقت ہے کہ قلب مبارک کی دھڑکن آپ کے جامہ کو متحرک رکھتی تھی۔ جب مصروف

کلام ہوتے۔ تو دل پر ہاتھ رکھ لیتے۔ اور جب خاموش ہوتے۔ تو لب ہائے مبارک جنباں رہتے۔ اور قلب کے بالائی حصے پر قمیض کی لرزش سے یوں محسوس ہوتا۔ کہ گھڑی حرکت کر رہی ہے۔ اور حضور کے قریب کھڑے ہونے سے ٹک ٹک کی آواز تک سنائی دیتی۔ کفر و شرک اور دہریت و الحاد کے اس دور میں حضور مولٰینا مرحوم کامل مردان خدا میں سے ایک مرد خدا آگاہ تھے ؎

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہٗ

پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہٗ

حضور شاگردوں پر ہمیشہ شفقت روا رکھتے۔ اور ان کا غصہ بھی رحمت تمام تھا۔ ع

نگاہِ خشمگینش رحمتے بود

یہ ان کا فیضان نگاہ تھا۔ کہ ان کے شاگردوں میں سے اکثر خوش بخت دین و دنیا کے اعزازات سے بہرہ مند ہوئے۔ چند ایک کے نام یہ ہیں۔

مسٹر اقبال الدین (آجکل لندن میں تجارت کرتے ہیں)

سیّد ذوالفقار علی بخاری سابق ڈائرکٹر جنرل ریڈیو پاکستان

چاچا محمد یونس خان سابق سیکرٹری بلدیہ پشاور

مولٰینا عبدالرحیم نیازی پشاور

ڈاکٹر ایس۔ اے۔ لطیف پشاور

خان عبدالحمید خان صدر آزاد کشمیر

اور انکے علاوہ اور متعدد ہندو، سکھ، مسلمان شاگرد تھے۔ جن میں سے کئی ایک اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ ؎

فیضانِ نگاہ سے کسی کی

ذرّے ہوئے رشک مہر تاباں

بظاہر آپ انگریزی پڑھاتے اور بباطن اپنی روحانی توجہ سے اپنے شاگردوں کے روح و قلب کو ذکار و صفا عنایت فرماتے اور حضور اقدس کا اپنا معاملہ شیخ فریدالدین عطار علیہ رحمۃ کے بقول

دل بہ یار و دوست بکار

تھا۔ ہر وقت دل ذکر حق میں مصروف رہتا۔ ؎

چوں بصارت در تماشائے جہاں

در بصیرت غرق جلوہ ہائے دوست

بغیر ڈیوٹی کے کسی سے بات کرتے۔ اور اکثر سر جھکائے ذکر خفی میں محو نظر آتے۔ اللہ اللہ کیا لوگ تھے عارف کامل بھی اور فرائض دنیوی بھی ادا کر رہے ہیں۔ اور اس طرح کہ ع

دین و دنیا را بہم آمیختند

گویا وہ چیست دنیا؟ از خود غافل بدن

دنیا میں رہتے ہوئے اور کار دنیا کو سنبھالتے ہوئے بھی خدا سے غافل نہ تھے۔ آج ایسے اہل عرفان و نظر عنقا ہیں۔ ایسا قحط الرجال کہ نہ صاحب حال نہ محرم حال۔ اور جو صاحب قال ہیں ان کی گفتار و انشا کا یہ عالم کہ بے شمار تصانیف کے انبار لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن اکثر بے ہودہ، بے مقصد، لکھنے والے اکثر یا وہ گو انکے دل مردہ اور زبان زندہ۔ تحریر بے اثر، دفتر بے معنی۔ زبان دراز، لسان محض۔ غرض بے عمل عالموں کی ایسی تصانیف انبار در انبار موجود جنکا مطالعہ وقت کا ضیاع اور ہنگامی مشغلہ ؎

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے غافل

کمال اس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا

اس کے برعکس حضور مولٰینا علیہ الرحمۃ نے ایسی کتابوں کی اشاعت کو فروغ دینے کی سعی کی۔ جن کے مطالعہ سے انسان اعلیٰ اقدار حیات کو پا سکے۔ اور اس کے دین اور دنیا سنور جائیں۔ چنانچہ آپ نے قرآن پاک کی تفسیریں لکھوا کر شائع کیں اور کئی ایک دینی کتابوں کو اپنے خرچ سے طبع کرا کر مفت بھی تقسیم کیں جو کہ طالبان حق کے لیے زندگی قلب اور روشنی ضمیر کا سبب بنیں۔ حق یہ ہے کہ عارف کامل جو کہتا ہے۔ یا کرتا ہے بمنشأ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور ان جملہ علمائے ربانی کے لب و دہن سرِ کائنات کے رشحات ابر علم الیقین سے سیراب ہوتے ہیں جناب مولٰینا صاحب قبلہ انہیں کاملین عرفان و معرفت کی صف میں تھے۔ اور ان پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مطہر تھا۔ یہ اسی ذات گرامی کا فیضان تھا۔ کہ مولٰینا علیہ الرحمۃ کا عمل اور قلب ہر آن اس ذکر میں محو رہتے کہ

مالک الملک لاشریک لہٗ وحدہٗ لا الٰہ الا ھو

اور صدا آتی ہے کہ۔ شمس تبریز چوں خدا طلبی خوش بخواں لا الٰہ الا ھو

• ● •

فضل الٰہی

درویش صفت

حضرت مولینا مولوی باغ دینؒ صاحب عجیب ہستی تھے۔ صحیح معنوں میں درویش۔ مجھے والد صاحب کے ساتھ کبھی کبھی ان کی زیارت کا شرف حاصل رہا ہے۔ میرا تو اس وقت بچپن تھا۔ اکثر و بیشتر حضرت قبلہ سعید جان صاحب کی محفلوں میں ان کو ضرور بلاتے تھے۔ ساری ساری رات قوالی کی محفل میں مولینا صاحب تشریف رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ۱۱ ویں شریف کے عرس میں صبح کے وقت بھی تشریف لاتے تھے۔ حضور قبلہ سعید جان صاحب اور حضور پیر تجمل جان ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور ایسا بھی دیکھا ہے کہ مولینا صاحب تشریف لاتے ہیں۔ اور یہ دونوں سید اور پاک ہستیاں ان کے آگے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور کبھی کبھی اپنے مکان میں والد صاحب کو بلاتے تھے۔ اپنے گھر میں رات کے تین بجے تک قوالی سنتے تھے۔ مگر اس محفل میں صرف چار پانچ آدمی ہوتے۔ قبلہ میاں شریف حسین صاحب، سید لال شاہ جگر اور دو یا تین اور صاحبان۔ اور نہایت اچھی محفل ہوتی تھی مگر حضور مولینا صاحب کو ایسا دیکھا ہے کہ ساری رات زار و قطار روتے رہتے۔ ان کی محفل کی کچھ عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ وہ خود عشق الٰہی میں ایسے سوختہ تھے۔ کہ محفل میں سب کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ حضور میرے والد صاحب کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سید لال شاہ جگر ان کے حاشیہ نشینوں میں سے تھے۔ سید ذوالفقار علی بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ اور ان سے متعلق بہت معلومات رکھتے ہیں۔ مولینا مرحوم کے مزار کی حاضری روحانی نعمت کا وسیلہ ہے

• • •

میاں خلیل الرحمٰن

وُہ زندہ رہتے ہیں

اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں اولیاء، شہدا، صالحین اور اسی مقدس گروہ کے دوسرے ارباب صفا سے متعلق فرمایا ہے کہ

" اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور جان دینے والے مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ لیکن تم (اس بات کو) نہیں سمجھتے۔"

اسی مقام کو عارف حق خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان کیا ہے کہ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ زندہ دلان عشق جو بظاہر مر جاتے ہیں۔ اور ہم سے بہت دور چلے جاتے ہیں حقیقت میں ہمارے بہت قریب ہوتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم میں سے اکثر وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط کے زمرے میں ہوا کرتے ہیں۔

میرے دادا مغفور مولوی باغدین صاحبؒ کی وفات کے وقت میں بمشکل ۵ برس کا تھا۔ اتنی عمر میں دیکھی سنی باتوں کا یاد رہ جانا بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ تاہم داداجی مرحوم کا نورانی چہرہ اور ان کی عبادات میں محویت آج بھی آنکھوں میں ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی واقعہ تو حافظے میں نہیں رہ سکا۔ البتہ ان کی فوتیدگی کے بعد کا ایک واقعہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا۔ اب تک ذہن میں محفوظ ہے۔ اور اس واقعہ سے کلام پاک کے اس ارشاد کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ

" اولیاء اللہ زندہ رہتے ہیں۔"

جب یہ واقعہ پیش آیا تو میری عمر ۹ دس برس کی تھی۔ حضرت والد ماجد قبلہ میاں شریف حسین مرحوم کا معمول تھا۔ کہ روزانہ نماز صبح سے فارغ ہو کر مزارات پر جاتے۔ ایک صبح حسب معمول اپنے قبلہ گاہ حضرت باغدین مغفور کے مزار سے واپس آ رہے تھے کہ یکہ توت دروازے سے باہر فصیل سے قریب پہنچے۔ تو انہیں دادا مرحوم کی آواز سنائی دی

"شریف حسین اس آدمی کو ساتھ لے جاؤ"

میاں صاحب مرحوم اپنے والد ماجد کی آواز سنکر ششدر رہ گئے۔ حیرت و سکوت کی اس کیفیت سے چند لمحے بعد چونک کر پیچھے دیکھا۔ تو ایک مفلوک الحال افغان کو آتے دیکھا۔ شخص مذکور سے ملے اور دریافت حال پر معلوم ہوا۔ کہ وہ فریضۂ حج ادا کر کے وطن آ رہا تھا جب گجرات (پنجاب) کے قریب پہنچا۔ تو رہزنوں نے اس کا سامان بستر وغیرہ لوٹ لیا اور وہ کئی دن سے بھوکا پیاسا مصروف سفر تھا۔

والد مرحوم اسے اپنے ساتھ گھر لائے۔ کپڑے دیئے۔ کھانا کھلایا۔ اور زاد راہ دے کر افغانستان بھجوا دیا۔

یہ واقعہ ہمارے لئے اس عمر میں تعجب خیز تھا۔ کہ مرنے کے چند برس بعد بھی زندوں کی طرح وہ اس دنیا کے احوال سے باخبر تھے۔ اور اہل دنیا کو آواز دے کر ان کی مدد کو پہنچ سکتے تھے۔ لیکن شعور کی پختگی عمر کے بڑھنے اور مطالعہ مشاہدہ نے تسلیم کرا دیا کہ

"اولیاء اللہ اس دار فانی سے دار البقا کو منتقل
ہو جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ رہتے
ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں۔ لیکن لوگوں کو اس کا شعور
نہیں۔ (حدیث نبویؐ)

• • •

بقیہ
روشنی کا مینار ــ مرد مومن

پر گلہ نہ آتا۔ بلکہ رضاء الٰہی پر شاکر اور ممنونیت کا مجسمہ تھے۔ وہ یقیناً ایک بزرگ انسان تھے۔ لیکن ان کی بزرگی اور خدا رسیدگی کس پایہ کی تھی؟ اس کو ان ہی کی طرح کا بزرگ مرتبہ ہی بیان کر سکتا ہے۔ ہماری ظاہر بین نگاہ نے جو کچھ دیکھا وہ ٹھیک ٹھیک لکھ دیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ وہ اقبالؒ کے الفاظ میں مرد مومن کے ان اوصاف کے پوری طرح حامل تھے ؎

نگہ بلند سخن دلنواز جان پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

آغا سید لعل شاہ جگر کاظمی

شبِ زندہ دار

مولوی باغ آدین نیکو سیر اعلیٰ نسب
بندۂ رب صاحبِ دل عاشقِ شاہ عرب

قادری و سہروردی نقشبندی چشتیا
بود در ہر سلسلۂ یک کاملے والا حسب

در حقوق بندگانِ رب چو آتش زیر پا
در سخا چوں جوشِ احسان دکریمے خندہ لب

ورثۂ الفقر فخری یافتہ آں مردِ حق
جہد کردہ بر شرارت ہائے نفس از فضلِ رب

جرعۂ کوثر ز دستِ ساقیٔ آداں چشید
از خمستاں سوات آمد چناں بنتُ العنب

حاجی و شب زندہ دار و اہلِ دل اہلِ شرع
راجپوتے ہیں کہ بردہ رشک بڑے صد عرب

از بٹالہ گشت ماوائش بہ پیشاور کنو
یک پسر یک دخترے در دہر زو ماند از نسب

اول شوال شنبہ را شبے در نصفِ لیل
گفت لبیک رواں شد سوئے جنت با طرب

حق دہد اجرے باو ہم جنت پس ماندگان
خاطرِ سلطان آداں قاضیٔ والا نسب

از جگر چوں ہجرِ حضرت باغدین پرسی شریف
از سرِ آہ و بکا ماتم غم و شیون طلب
۱ ۲ ۴۰ ۱۰۰۰ ۳۰۰ +
۱۳۴۳ ھ

باغ دین

نہیں ثبات کو زیبا یہ عالم فانی
بنائے دہر میں مضمر ہے اصل ویرانی

ہے جسم و جان میں اضداد کا وجود گواہ
یہ اجتماع ہے مجموعۂ پریشانی

خلل مزاج کے گر اعتدال میں آئے
تو حاذقوں کی بھی ہو جائے عقل دیوانی

دواؤں کی بھی ہو تاثیر یک بیک معدوم
صرف نہ ہو مفید اور نہ علم انسانی

بتا رہا ہے ہمیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ
نفس نفس پہ مسلط ہے حکم ربانی

سنو تو زمزمۂ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ
یہ دے رہے ہیں صدا طائرانِ بستانی

حیات و موت کا ہے نقشہ صاف پیش نظر
یہ مد و جزر و بہار و خزانِ بستانی

دریغ و حسرت و آہ و بکا کہ میرے بزرگ
وہ رازدان دعا جن کی ہے دعا خوانی

وہ فخر قوم و وطن باغ دین اہل صفا
کہ دین کے باغ کی کرتے رہے نگہبانی

وہ جن کے سینۂ صافی پہ تھے عیاں یکسر
علوم فقہ حدیث و رموز قرآنی

وہ اس کا خلق نمونہ تھا خلق احمدؐ کا
عیاں تھا قلب منور سے نور ایمانی

علاج سوز جگر ان کا روئے خنداں تھا
دوائے تنگدلی تھی کشادہ پیشانی

وہ جن کے قلب غنی کو رہی ہے مدنظر
ہمیشہ خاطر مہمان کی نگہبانی

وہ دوستوں سے عزیزوں سے آج ہو کے وداع
بتا گئے کہ یہ مہماں سرائے ہے فانی

نہ حوصلہ ہے قلم کا کرے رقم اوصاف
نہیں زبان کو یارا کرے ثنا خوانی

نہ جزع فزع سے حاصل نہ فائدہ غم سے
ہے بعد اہل جہاں سے ہی قرب ربانی

اٹھاؤ ہاتھ خدا مغفرت نصیب کرے
ہو وارثوں کے لئے صبر و شکر ارزانی

کرو دعائیں کہ پھولے پھلے شریف حسین رض
ہو خاندان میں اقبال کی فراوانی

بیانِ سال وفات آمدہ گراں برمن
پئے تلاش بسی دیدہ ام پریشانی

الف کشیدہ بگویم باخلوصِ یقین
کہ نیست بہر گل باغ دیں ویرانی

۱۳۴۴ - ۱ = ۱۳۴۳

Regd. L. No. 7667

ARZHANG

PESHAWAR

تاج محمد سعید ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے
منظور عام پریس سے چھپوا کر عنایت منزل سکندر ٹاؤن
پشاور سے شائع کیا۔